شعور ہوتو سفر خود سفر کا حاصل ہے!

زندگی کا بہت بڑا سبق، اپنی آسائش کی دنیا سے نکل کر مختلف بلکہ متضاد ممالک کی تہذیب کو پرکھنا اور پڑھنا ہے۔ ہر ملک کے سماج میں اتنا تنوع ہے کہ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اخلاقی قدریں تک تبدیل ہو جاتی ہیں۔ گناہ اور ثواب کا پیمانہ بھی بدل جاتا ہے۔ انسان جس طرز پر، سفر درسفر سے سیکھتا ہے، وہ کسی بھی درسگاہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اپنے ملک سے قدم باہر نکالنے سے ہی، ایک ایسی تعلیم اور تربیت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ جس کا کوئی متبادل نہیں۔ طارق محمود مرزا نے اپنا سفرنامہ لکھ کر انسانی ذہن اور فکر کی نئی جہتیں کھول دی ہیں۔ اس کتاب، جس کا عنوان '' ملکوں ملکوں، دیکھا چاند'' ہے۔ اس میں چار منفرد ممالک کا جوہر، کشید کیا گیا ہے۔ ڈنمارک، سویڈن، ناروے اور قطر۔ پہلے تینوں ممالک یورپ میں واقع ہیں۔ بذات خود، سویڈن اور ناروے میں بہت بار جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ موجودہ انسانی تہذیب کی معراج، اگر آپ نے اپنی آنکھ سے دیکھنی ہے تو سکینڈ نیویا کے ان تین ممالک میں بخوبی معلوم پڑتی ہے۔

خوش وخرم لوگوں کا ملک......ڈنمارک: ہم ساحل سمندر پر واقع ایک وسیع اور دلکش پارک میں کھڑے تھے۔ حسین قدرتی مناظر کے باوجود اس وقت وہاں سناٹا تھا۔ کار پارک میں صرف دو گاڑیاں کھڑی تھیں۔ ان کے مالکان ساحل سمندر پر کسرت میں مصروف تھے۔ ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر ہم نے سبز وشاداب پارک، شیشے کی طرح شفاف پانی والا سمندر اور اس سمندر پر واقع ایک عجوبہ روزگار پل دیکھا۔ دراصل یہی پل دکھانے کے لئے رمضان صاحب مجھے یہاں لے کر آئے تھے۔ یہ طویل وعریض پل ڈنمارک کے شہر کوپن ہیگن اور سویڈن کے شہر مالمو کو ملاتا ہے۔ دو شہروں بلکہ دو ملکوں کو ملانے والا یہ راستہ محض ایک پل نہیں ہے بلکہ پل، مصنوعی جزیرے اور زیر آب سرنگ پر مشتمل فن تعمیر کا ناقابل یقین شاہکار ہے۔ اسے دیکھ کر انسان ان ذہنوں اور ہاتھوں کو بے اختیار داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے جن کی یہ تخلیق ہے۔ یہ پل کوپن ہیگن والی سمت سے شروع ہوتا ہے اور آٹھ کلومیٹر تک سمندر کے اوپر زمینی شاہراہ کی طرح چلتا جاتا ہے۔

1219ء میں تخلیق کردہ ڈنمارک کا قومی پرچم ڈین بروگ (Deneborg) آزاد دنیا کا سب سے قدیم پرچم تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ یقیناً ڈینش قوم کے لئے باعث افتخار ہے۔

ڈنمارک میں تعلیم اور علاج بالکل مفت ہے۔ اگر چہ اس کے اخراجات عوام کے ٹیکس کے ذریعے ادا ہوتے ہیں۔ مگر اس سے مستفید ہونے والوں میں ٹیکس دہندگان کے ساتھ ساتھ کم آمدنی والے لوگ بھی شامل ہیں۔ گویا تعلیم اور صحت کے مواقع غریب اور امیر سب کو یکساں حاصل ہیں۔ میرے خیال میں دنیا کو ڈنمارک سے سیکھنے اور اس فلاحی نظام کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آسٹریلیا جس کا میں شہری ہوں وہاں بھی یہی نظام رائج ہے۔ کاش پوری دنیا کے انسانوں کو یہ سہولتیں حاصل ہوں۔

الفریڈ نوبل کا دیس......سویڈن: واپس سٹاک ہوم کے قدیم شہر گاملا اسٹین چلتے ہیں جہاں سٹاک ہوم کی بنیاد پڑی تھی۔ پانی کے کنارے اور ڈھلوان سطح پر آباد یہ علاقہ سویڈن ہی نہیں اس خطے کا قدیم ترین شہر ہے۔ قرون وسطیٰ کے دور کے قدیم اور محفوظ ترین شہروں میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ گاملا اسٹین ہی وہ مقام ہے جہاں 1252ء میں باقاعدہ سٹاک ہوم شہر کی بنیاد رکھی گئی۔ گویا یہ سٹاک ہوم کا مرکز اور بنیاد ہے۔ گاملا اسٹین اور ملحقہ جزیرہ Ridder holmen انتہائی دلکش اور قدرتی رنگوں سے مزید ہے۔ قدرتی حسن یعنی پہاڑ، پانی اور پھول پودوں کے علاوہ اس کی تاریخی کشش بھی کم نہیں ہے۔ میں جتنی دیر بھی اس علاقے میں موجود رہا ایک ایک عمارت، اس کے در و دیوار، اس کی ساخت، اس کے پتھر اور نقش ونگار کے حسن اور قدامت سے محفوظ ہوتا رہا۔ تاریخی علاقہ، قدیم ترین فن تعمیر کی شاہکار عمارتیں، ہر عمارت کی جدا تاریخ، اس کا حسن اور سیاحوں کی رونق میں اتنا دلچسپ وقت گزرا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ دو گھنٹے کی چہل قدمی اور سیر وسیاحت کے بعد میں سمندری پٹی کے کنارے اور درجنوں گملوں میں سجے رنگا رنگ پھولوں کے درمیان واقع ایک کیفے کے باہر رکھی رنگین وآرام دہ کرسیوں میں سے ایک پر جا بیٹھا۔ یہاں وسیع اور پختہ میدان تھا جو سمندری پٹی کے کنارے دور تک چلا جاتا تھا۔

سویڈن کی چند اہم اور دلچسپ باتیں: سویڈن کے بارے میں چند اہم اور دلچسپ باتیں آپ کی نذر کرتا ہوں۔

1-سویڈن کی اراضی کا دو تہائی حصہ جنگلات پر مشتمل ہے۔ ان جنگلات کا کل رقبہ 280650 مربع کلومیٹر ہے جبکہ ملک کا آدھا رقبہ نجی اور آدھا سرکاری ملکیت ہے۔

2- بالحاظ رقبہ سویڈن یورپ کا پانچواں بڑا ملک ہے۔ اس کا کل رقبہ 447435 مربع کلومیٹر ہے۔ اس کے باوجود فی مربع کلومیٹر کے لحاظ سے سویڈن یورپ میں سب سے کم آبادی والا دوسرا ملک ہے۔

3-سویڈش فخریہ بتاتے ہیں کہ ان کے جنگلات میں تقریباً چار لاکھ موس (Moose) آزادانہ گھوم رہے ہیں۔ موس ہرن اور بارہ سنگھے کی نسل کا جانور ہے۔

4-سویڈش پاسپورٹ کی دنیا میں سب سے زیادہ قدر ہے۔ وہ دنیا کے ایک سو چوبیس ملکوں میں بغیر ویزے کے جا سکتے ہیں۔

5-سویڈن فن کار اور موسیقار بہت مشہور ہیں۔ موسیقی کی برآمدات سے سویڈن خطیر رقم کماتا ہے۔

طویل ساحلوں کا دیس......ناروے: دنیا کے آخری کنارے کے راستے میں ہم کئی چھوٹے چھوٹے گاؤں کے اندر سے گزرے جہاں دیہی حیات اپنے فطری رنگ روپ میں نظر آئی۔ چھوٹے چھوٹے گھر، کشادہ گلیاں، درختوں کے جھنڈ، رنگا رنگ پھولوں کے پودے، مویشیوں کے فارم جس میں گائیں، گھوڑے فطرت سے ہم آہنگ تھے۔ راہ میں کئی دکانیں اور پٹرول پمپ نظر آئے۔ مجھے کافی کی طلب محسوس ہو رہی تھی مگر یہ کام دنیا کے آخری کنارے پر کرنے کا ارادہ تھا۔ ایک مقام پر ہماری کار ایک طویل سرنگ کے اندر سے گزری۔ سرنگ میں روشنی اور ہوا کا مناسب بندوبست ہونے کے باوجود اتنی دیر تک زیر زمین رہنے پر خوش سا محسوس ہوتا تھا۔ کھلے آسمان تلے آئے تو جیسے سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ دوران سفر میں نے پوچھا۔ '' ناروے کی خاص اور دلچسپ بات کیا ہے؟''

مرزا ذوالفقار نے بتایا '' ناروے پہاڑوں پر جمے عظیم گلیشیرز (برفانی تودے)، سمندری کھائیاں جو زمین کے اندر دور تک چلی آتی ہیں، ماہی گیری، ہائکنگ (اندرون ملک طویل سفر) اسکینگ (برف پر پھسلنے والا کھیل) کے بڑے بڑے میدان رکھنے والا ملک ہے۔ اس کی کل آبادی ترپن لاکھ ہے جو پچاس برس قبل جب میں یہاں آیا تھا تو چالیس لاکھ کے لگ بھگ تھی۔ یوں آبادی بہت کم اور اس میں اضافہ کی شرح بہت ہی کم ہے۔ یہ معمولی اضافہ بھی نقل مکانی کر کے آنے والے ہم جیسے مہاجرین کی وجہ سے ہے۔

سمندری موتیوں کا شہر......قطر: سوق الوقف دوحہ کا قدیم ترین اور روایتی تاریخی بازار ہے۔ سوق کے معنی بازار اور وقف کا مطلب رکنا ہے۔ اس بازار کا ذکر قطر کی تاریخ میں بھی ملتا ہے۔ ایک بین الاقوامی جدید شاپنگ مال سے نکل کر سوق الوقف میں داخل ہوئے تو اس سے برعکس دنیا میں آ گئے۔ چھوٹی چھوٹی دکانیں، تنگ گلیاں، انواع واقسام کی اشیائے فروخت، ریستوران، قہوہ خانے، گاؤ تکیہ والے چائے خانے جس میں حقہ، کھجوریں اور روایتی عربی قہوے کے ساتھ دیگر اشیائے خورد ونوش دستیاب تھیں۔ ہم نے اپنے بیگ گوہر کے واقف کار ایک پشتون دکان دار کے پاس رکھ دیئے اور خود ان تنگ اور پیچ دار گلیوں میں گھومنا پھرنا شروع ہو گئے۔ گرمی کافی تھی مگر میں نے برداشت کرنے کا تہیہ کر لیا۔ بازار کے اندر چھوٹی سی مسجد نظر آئی تو ہم نے نماز ظہر ادا کی۔ دوپہر کے ان گرم اوقات میں گاہک خال خال تھے۔ دکاندار بھی سستا رہے تھے۔ مجھے اس سے غرض نہیں تھی۔ میں تو صدیوں قدیم اس تاریخی بازار میں قطریوں کا روایتی طرز حیات اور قدیمی طرز تجارت دیکھنے کا متمنی تھا۔ یہ بازار اور یہ گلی کوچے صدیوں پرانی قطری تہذیب کی عکاسی کر رہے تھے۔ جب قرب وجوار سے اونٹوں پر بیٹھ کر لوگ اس بازار میں خریداری کی غرض سے آتے تھے۔ سمندر کے قرب کی وجہ سے یہ بین الاقوامی تاجروں اور سیاحوں کا بھی مرکز تھا۔

ایئر پورٹ پہنچ کر عبدالکریم ٹرالی لے آیا۔ میں نے کرایہ ادا کیا اور جو قطری کرنسی بچی تھی وہ بھی چپکے سے اپنے اس ہم وطن کے ہاتھ میں تھما دی اور سامان کی ٹرالی لے کر چل دیا۔ کافی آگے جا کر میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ اسی حالت میں کھڑا تھا۔ اس کے مرجھائے گالوں پر نمی تیر رہی تھی۔ اگر اس کی ماں اسے اس حالت میں دیکھ لیتی تو اس کا کلیجہ شق ہو جاتا۔ اس نے ہولے سے ہاتھ اٹھایا۔ میں نے بھی ہاتھ ہلایا اور چہرہ گھما لیا کہ کہیں پتھر کا نہ ہو جائے۔ فانی بدایوانی نے کیا خوب کہا تھا۔

زندگی جبر ہے اور جبر کے آثار نہیں
ہائے اس قید کو زنجیر بھی درکار نہیں

طویل عرصے کے بعد ایک اچھا سفرنامہ پڑھنے کو ملا ہے۔ بہت بلند پایہ تصنیف ہے۔ دعا ہے کہ طارق محمود مرزا اسی طرح قلم سے موتی بکھیرتے رہیں۔